OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

"حجۃ اللہ البالغہ: مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کی فکری، فقہی اور تمدنی بصیرت کا تعارفی و تجزیاتی مطالعہ"

"Hujjatullah Al-Balagha: An Introductory and Analytical Study of the Intellectual, Jurisprudential, and Cultural Insights of Maulana Shah Waliullah Dehlvi"

Tuba Gul

MPhil Scholor, Department of Islamic Studies, University of Education, Lahore.

Abstract

This study offers an analytical overview of *Hujjat Allah al-Baligha*, the monumental work of Shah Wali Allah Dehlavi, a distinguished Islamic scholar, philosopher, and reformer of the 18th century. Renowned for his intellectual depth and mastery of classical Islamic sciences, Shah Wali Allah combined diverse philosophical and spiritual traditions in his writings. The introduction highlights his scholarly background, lineage, early education, spiritual training, academic achievements, and extensive travels to the Hijaz, where he studied Hadith with prominent scholars. The abstract also underscores the thematic essence of *Hujjat Allah al-Baligha*, a unique and comprehensive work exploring the wisdom (ḥikmah), objectives (maqāṣid), and underlying reasons behind Islamic legal rulings. The book's literary style, methodological rigor, and interdisciplinary nature—integrating Hadith, Fiqh, ethics, Sufism, and philosophy—have made it a timeless reference. Moreover, its numerous translations, commentaries, and scholarly studies reflect its enduring influence on Islamic scholarship.

Keywords: Shah Wali Allah Dehlavi, Hujjat Allah al-Baligha, Islamic philosophy, Hadith studies, Maqāṣid al-Sharīʿah, classical scholarship

CC BY

تمہید:

شاہ ولی اللہ دہلوی ایک نامور عالم دین اور اسلامی فلسفی تھے۔ وہ ایک باکمال مصنف تھے جن کی شراکت کلاسیکی اسلامی مضامین کے تمام شعبوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی تحریروں میں مختلف افکار کا امتزاج رکھتے تھے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھیں جو ان کی علمی اور گہری سوچ کی گواہی دیتی ہیں۔ ان کا کام حجت اللہ البلاغہ جو کہ ایک عظیم الشان کام ہے، پوری طرح سے زندگی کے بارے میں ان کے مجموعی وژن کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کے خیال میں زندگی اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ الٰہی اتحاد کا مظہر ہے۔ الدہلوی نے دہلی کے پرانے علمی خاندان کے ایک فرد کے طور پر ہندوستان میں اسلام کے حق میں طاقت کے توازن کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی۔ اس میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کام کو مجمل انداز میں پیش کیا گیا تاکہ قاری کے لیے کتاب کے مقصد کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

مصنف کا تعارف :(اُردو دائرہ معارف)(آزاد دائرہ معارف)

ولی اللہ ابو الفیاض قطب الدین احمد بن ابو الفیض شاہ عبد الرحیم بن شاہ وجیہ الدین بن معظم العمری الدھلوی۔ نسب والد کی طرف سے 29 واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والدہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظمؒ سے ملتا ہے۔

ان کی پیدائش سے بیشتر شاہ عبد الرحیمؒ (والد) کو اشارہ ہوا تھا کہ مولود کا نام 'قطب الدین احمد' رکھنا۔ ولادت پر والد نے قطب الدین احمد کے علاوہ ولی اللہ کو بھی نام کا جز بنایا۔ (انفاس العارفین، ص:45)، لیکن قطب الدین الدین نام مشہور نا ہوا۔ تاریخی نام عظیم الدین ٹھہرا۔ (الجزء اللطیف، ص:202)۔ وہ 4 شوال 1114ھ / 10 فروری 1703ء طلوع آفتاب کے وقت موضع بھلت ضلع مضفر نگر (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ (مختصر حالات شاہ ولی اللہ ملحقہ تاویل الاحادیث، مطبع احمدی دھلی)۔

پانچویں سال مکتب میں بٹھایا گیا۔ ساتویں سال والد ماجد نے نماز روزہ شروع کرایا۔ اسی سال کے آخر میں قرآن مجید ختم (حفظ) کر کے فارسی اور عربی کی تعلیم شروع کی۔ دسویں سال شرح ملا جامی بھی پڑھ لی اور مطالعہ کُتب کی خاص استعداد پیدا ہو گئی۔ چودھویں سال شادی کر دی گئی۔ ایک سال بعد والد سے بیعت سلوک کی اور صوفیہ خصوصا مشائخ نقشبند کے اشغال میں مشغول ہو گئے۔ اس سلسلے میں معاملات، توجہ، تلقین، تعلیم اور آداب طریقت سے تعلق پیدا کر لیا۔ قرآن مجید کا سادہ ترجمہ بھی والد ہی سے پڑھا اور اس میں غور و تدبر کا طریقہ سیکھا (الجزء اللطیف)۔ والد شروع سے ہی پائیدار و مفید مشاغل کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے؛ چنانچہ شاہ صاحب ایک مرتبہ دوستوں کے ہمراہ باغ کی سیر کے لیے چلے گئے، لوٹے تو پوچھا: کیا کوئی ایسی چیز حاصل کی جو تجھ سے بطور یادگار باقی رہے۔ اس اثناء میں اس زمانے کے مروجہ علوم عربیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب، کلام، معانی، منطق، فلسفہ، تصوف اور طب وغیرہ سے فارغ ہو کر باقاعدہ سند اور تدریس کی اجازت حاصل کر لی (الجزء اللطیف)۔ صحاح ستہ کی سند حاجی شیخ محمد افضل سے حاصل کی۔ (القول الجمیل)

عمر کے سترھویں سال (1131ھ) والد نے وفات پائی۔ اُن کے بعد تقریبا بارہ سال دہلی میں درس دیتے رہے۔ 1143ھ / 1730ء میں حج کے غرض سے حجاز چلے گئے۔ ادائے حج کے علاوہ چودہ مہینے حرمین میں رہے۔ مشائخ حرمین سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ صحیح البخاری، صحیح المسلم، جامع ترمذہ، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داوٗد، مُسند احمد بن حنبل، مُسند دارمی، جامع کبیر، وغیرہ۔ شیخ ابو طاہر مدنی سے، اطراف کُتب ستہ موطا امام احمد، کتاب الآثار، مُسند دارمی وغیرہ شیخ تاج الدین قلعی حنفی مفتی مکہ سے، موطا امام مالک تین بار شیخ ابو طاہر، شیخ تاج الدین، شیخ وفد اللہ سے' نیز الشیخ عبد اللہ بن سالم البصری سے حدیث کی سند کی اجازت لی۔ (انسان العین فی مشائخ الحرمین، بضمن انفاس، ص:191)۔ شیخ ابو طاہر مدنی نے شاہ صاحب کو جو سند دی ہے اس میں شاہ صاحب کو بڑے اچھے الفاظ میں یاد کیا (اتحاف النبیہ)، بلکہ شیخ ابو طاہر فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں۔ ایک برس سے کچھ

زائد عرصہ حرمین میں رہ کر اور حج کعبۃ اللہ سے مشرف ہو کر شروع 1145ھ میں ہندوستان کو واپس ہوئے اور چودھویں رجب کو بخیر وعافیت وطن مالوف میں پہنچے۔ آپ کا انتقال پُر ملال 1176ھ میں ہوا۔

تصانیف:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد فنون پر کُتب تصنیف کی جن میں سے زیادہ تر شہرہ آفاق کُتب گردانی گئیں۔

1۔ **متعلق قرآن مجید :** فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن، فوز الکبیر فی اصول التفسیر، فتح الخبیر تفسیر بالماثور، تاویل الاحادیث

2۔ **متعلق حدیث :** مصفی شرح (فارسی) موطا، مسویٰ شرح (عربی) موطا

3۔ **متعلق فقہ الحدیث :** حجۃ اللہ البالغۃ، انصاف فی بیان سبب الاختلاف، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید

4۔ **متعلق خلافت صحابہ :** ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء، قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین

5۔ **متعلق تصوف وسلوک :** فیوض الحرمین، انسان العین، شفاء القلوب

6۔ **متفرقات :**، رسالہ دانشمندی

کتاب کا تعارف:

حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ صاحب کی ایک منفرد، یگانہ اور مہتم بالشان تصنیف ہے، جس میں شاہ صاحب نے اسرار شریعت اور اس کے رموز حکم سے بحث کی ہے اور عصر جدید میں اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیا ہے، اگرچہ یہ کتاب اسرار شریعت کے موضوع پر لکھی گئی ہے؛ لیکن شاہ صاحب نے اس میں حدیث، فقہ، اخلاق، تصوف اور فلسفہ پانچوں مضامین کو زیر بحث لایا ہے، صاحب کتاب نے علوم شریعت کے اسرار بیان کرنے میں علمی تحقیقات کی بنیاد رکھی ہے اور کتاب کے ہر حکم کی ایسی مستحکم علت بیان کی ہے کہ کسی دور کا کوئی فلسفہ اس کو رد نہیں کر سکتا، بہت سے تبصرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ اس موضوع پر پہلی تصنیف ہے، اس کے بعد اگرچہ اس موضوع پر دیگر اہل علم نے اس کے بارے میں کچھ خاص نہیں لکھا بس اپنی علمی و فکری صلاحیت کو استعمال کیا، لیکن شاہ صاحب کی یہ کتاب اپنے موضوع اور جامعیت کے اعتبار سے آخری کتاب ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر عربی میں لکھی گئی ہے اور اس کے متعدد زبانوں اردو، فارسی اور انگریزی میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اُردو میں اس کے پانچ جلدوں پر ایک مفصل شرح بھی آچکی ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کی تلخیص بھی کی ہے۔

وجہ تسمیہ:

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ

چونکہ اس آیت میں تکلیف شرائع اور جزاء اعمال کے راز اور احکام منزل من اللہ کے اسرار کی طرف اشارہ ہے اور یہ کتاب بھی انہیں کی ایک بالیدہ شاخ ہے، اور اسی کے کنارہ سے چودھویں رات کے چاند نکلے، اس لیے اس کتاب کا نام حجۃ اللہ البالغہ رکھا گیا۔

حجۃ اللہ البالغہ کا موضوع

"حجۃ اللہ البالغہ" کا بنیادی موضوع احکام شریعت کی مصالح و حکمتیں اور اُن کے اسرار ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ کی خصوصیات

شاہ صاحبؒ کی یہ عظیم الشان تصنیف اپنے موضوع پر جدت اور ندرت کا عنصر لیے ہوئے ہے۔اس کے صرف ادبی اسلوب کو اگر زیر بحث لایا جائے تو 2 اس پر مستقل ایک مقالہ کی ضرورت ہے۔اور جن دلائل و براہین سے آپ نے استدلال کیا ہے اگر صرف اس استنباط و استدلال پر غور و فکر کیا جائے تو یہ بھی بڑے اعلی درجے کا کام ہو گا۔اور دینی و اسلامی فکر کو جس انداز میں آپ نے پیش کیا ہے اگر اس پر بات کی جائے تو آپؒ کا یہ ایسا کارنامہ ہے جو آپؒ کو عالم اسلام کی ان شخصیات میں شامل کرتا ہے جن پر تاریخ اسلام کو فخر ہے۔

جب سے یہ کتاب منصہ شہود پر آئی ہے ہر دور میں اس کی درس و تدریس کے سلسلے جاری رہے اور اس سے راہنمائی حاصل کی جاتی رہی۔جو عربی زبان و ادب سے شغف رکھنے والوں کے لیے نہ صرف ذوق تسکین کا باعث ہے بلکہ اہل علم کے لیے بھی ایک ایسی دوا ہے جو فکری اور عقلی راستوں میں شکوک و شبہات کے زہریلے کانٹوں بھرے میدانوں سے گزرتے وقت تریاق کا باعث ہے۔تشنگان علوم اسلامیہ کے لیے ایک ایسا جام ہے جو ایک دفعہ اس کا ذائقہ چکھ لیتا ہے وہ اس کی حلاوت سے مخمور نظر آتا ہے۔

تراجم و شروحات:

یہ شہرہ آفاق کتاب بنیادی طور پر عربی میں لکھی گئی اور پھر بعد میں متعدد زبانوں میں اس کے تراجم کیے گئے، شروحات لکھی گئیں اور یہاں تک کہ اس کی تلخیص بھی کی گئی۔

عربی ترجمہ: حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (2 جلد)

اُردو ترجمہ: آیات اللہ الکاملہ: مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد رحمۃ اللہ (1 جلد 1897ء)

حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبد الرحیم مرحوم (اسلامیہ کالج پشاور، مارچ 1953ء)

نعمۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبد الحق حقانی (اردو بازار لاہور، 1894ء)

شموس اللہ البالغہ، مولانا عبد الحق ہزاروی

انگریزی ترجمہ: The Conclusive Argument from God by Marcia K. Harmansen (V:1)

تلخیص: حجۃ اللہ البالغہ، ملخص: عبد الخالق رائے پوری

شرح: رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ شارح: حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری مد ظلہ (5 جلدیں)

رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ شارح: سید رضی الدین احمد فخری، (دار الفکر و تحقیق الاسلامی پاکستان)

کتاب پر لکھے گئے آرٹیکلز/ مقالہ جات:

1. **آرٹیکلز:**

- حجۃ اللہ البالغہ کا منہج و اسلوب اور شاہ ولی اللہ کا فکر و فلسفہ از سلیم اللہ مسرور، انکشاف، جلد:3، شمارہ:9، جولائی- ستمبر 2023ء
- مطالعہ کتاب حجۃ اللہ البالغۃ از پروفیسر عبد الجبار شاکر، ماہنامہ ترجمان القرآن، ستمبر 2003ء

2. **مقالہ جات:**

- **ایم فل تحقیقی مقالات**

1 ۔شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ پر علمی بحث اور سات سے آخر جزء اول کا سندھی ترجمہ، مقالہ نگار: کلیم اللہ ساریو، نگران، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی، شعبہ تقابل ادیان و اسلامک کلچر، کلیہ معارف اسلامیہ، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، حیدر آباد، صوبہ سندھ، پاکستان، سن تکمیل:1986

2 ۔ شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا مطالعہ اور اس میں وارد احادیث کی تخریج، مقالہ نگار: جنت نعیم، نگران تحقیق، ڈاکٹر عبد القادر سلیمان، شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی، پشاور، صوبہ خیبر پختونخواہ، پاکستان، 1998ء

3 ۔شاہ ولی اللہ کی تفسیری اشارات: حجۃ اللہ البالغہ کا تخصیصی مطالعہ، مقالہ نگار: سید مسعود حسن شاہ، نگران تحقیق: ڈاکٹر حافظ محمد سجاد، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان، سیشن: 2011ء-2013ء

منہج و اسلوب کتاب:

"حجۃ اللہ البالغہ" میں اک نیا اسلوب اور منفرد طرز تحریر سامنے آیا ہے، جو جامعیت، زور بیان، تحکم و اعتماد اور فصاحت و بلاغت کا شاہ کار ہے۔ جس میں انشاء کا ایک خاص انداز ہے جو پوری کتاب پر چھایا ہوا ہے۔ مختصر اور جامع کلمات کے استعمال کے ساتھ ایسی خوبصورت تراکیب و محاورات اور استعارات و تشبیہات اور تمثیلات سے کام لیا گیا ہے جن میں اک خاص توازن و اعتدال ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ کے مطالعہ سے شاہ صاحبؒ کا جو **منہج و اسلوب** بیان سامنے آتا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔متعدد مقامات پر بصیغہ امر استعمال کرتے ہوئے " اِعْلَم " (جان لیجئے) سے بات شروع کرتے ہیں۔ ۲۰۰ سو سے زائد مقامات پر " اِعْلَم " کو لائے ہیں۔ جس کا مقصد مخاطب کو متوجہ کر کے اہم فوائد و نکات بیان کرنا ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں تحقیق کرنے والے محقق کو نگران مقالہ کی طرف سے یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ مقالہ لکھنے سے پہلے اپنا میدان منتخب کرے، کہ کس شعبہ میں اسے مناسبت ہے اور وہ زیادہ بہتر کام کر سکتا ہے۔ اسی کے مطابق وہ موضوع کا انتخاب کرے اور مسائل کو زیر بحث لاتے ہوئے مقالہ تحریر کرے۔ یہی بات شاہ صاحب نے اپنے خاص انداز اِعْلَم (جان لیجئے) سے شروع کی ہے۔ لکھتے ہیں:

فاعلم ان لكل فن خاصة ولكل موطن مقتضى فكما انه ليس لصاحب غريب الحديث ان يبحث عن صحة الحديث وضعفه ولا لحافظ الحديث ان يتكلم فى الفروع الفقهيه وايثار بعضها على بعض فكذالك ليس للباحث عن اسرار الحديث ان يتكلم بشئى من ذلک انما غاية همته ومطمح بصره هو كشف السر الذى قصده النبى ﷺ فيما قال سواه بقى هذاالحكم محكما او صار منسوخا او عارضه دليل آخر فوجب فى نظر الفقيه كونه مرجوحا نعم لا محيص لكل خائض فى فن ان يعتصم باحق ما هنالک بالنسبة الى ذالک الفن

"جان لیجئے ہر فن کی ایک خاصیت اور ہر جگہ کا کوئی مقتضیٰ ہوتا ہے۔ پس جس طرح یہ بات کہ فن غریب الحدیث کے مصنف کے لیے مناسب نہیں کہ وہ حدیث کی صحت و ضعف کو زیر بحث لائے، اور نہ حافظ الحدیث کے لیے مناسب ہے کہ وہ فقہی مسائل کے بارے میں اور بعض احادیث کو بعض پر ترجیح دینے کے لیے کلام کرے، پس اسی طرح حدیث کے اسرار سے بحث کرنے والے کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی چیز کے بارے میں کلام کرے، اس کی پوری توجہ اور اس کے پیش نظر اس راز کو ہی کھولنا چاہیے جس کا نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشاد میں قصد فرمایا ہے۔ عام ازیں وہ وہ حکم محکم باقی ہو، یا منسوخ ہو گیا ہو، یا اس کے معارض کوئی اور دلیل آگئی ہو جس کی وجہ سے مجتہد

کی نظر میں وہ روایت مرجوح قرار پائی ہو البتہ یہ ضروری ہے کسی بھی فن میں داخل ہونے والے کے لیے کہ وہ اس چیز کو پکڑے جو اس فن میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔"

شاہ صاحب نے ایک بہت اہم فائدہ بیان کیا ہے کہ ہر فن کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور ہر مقام کا اپنا تقاضا ہوتا ہے۔اسی کے مطابق مسائل کو زیر بحث لانا چاہیے۔یعنی محدث کا کام ہے احادیث بیان کرنا اگر وہ فقیہ نہیں ہے اور فتوی نویسی کے فرائض سرانجام دینا شروع کر دے تو اس کا نتیجہ ٹھیک نہیں ہو گا۔اور اسی طرح فقیہ کا کام مسائل کا استخراج اور احکام کا استنباط ہے وہ اپنا کام چھوڑ کر غریب الحدیث پر توجہ شروع کر دے تو اس کا بھی فائدہ نہیں ہو گا۔ علی ہذا القیاس احکام اسلام کی مصالح اور حکمتیں بیان کرنے والے کو بھی اپنے موضوع پر توجہ کرنی چاہیے۔اور اسی طرح اگر کوئی کسی فن پر کام کر رہا ہو اور دوسرے فن کی طرف مراجعت کی نوبت آئے تو اس فن کی قابل اعتماد اور راجح باتوں کو اختیار کرنا چاہیے۔مثلاً فقہ پر کام کرتے ہوئے حدیث نقل کرنی ہے تو ان احادیث کا انتخاب کیا جائے جو صحیح اور قابل اعتماد ہیں۔

۲ ۔شاہ صاحب کئی مقامات پر صیغہ متکلم استعمال کرتے ہوئے "اَقُولُ" (میں کہتا ہوں) سے کلام کرتے ہیں۔اور ۲۷۵ سے زائد مقامات پر اس کو لائے ہیں جس کے متعدد مقاصد ہو سکتے ہیں تاہم چند مقاصد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱ ۔آیات قرآنیہ کی تفسیر۔

۲ ۔احادیث کی تشریح۔

۳ ۔آیات میں مطابقت۔

۴ ۔فقہی مسالک کے درمیان قرب پیدا کرنا۔

آیت قرآنیہ کی تفسیر کی مثال:

ارشاد باری تعالی ہے:

(هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ)

"وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔"

شاہ صاحب اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول الظاہر ان المحکم مالم یحتمل الا وجھا واحد مثل:(حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ) والمتشابہ ما احتمل وجوھا وانما المراد بعضھا کقولہ تعالی:(لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) حملھا الزائعون علی اباحۃ الخمر ما لم یکن یعنی او افساد فی الارض والصحیح حملھا علی شاربھا قبل التحریم

"میں کہتا ہوں آیت کے ظاہر اور واضح معنی یہ ہیں کہ محکم آیت وہ ہے جس کے اندر صرف ایک ہی وجہ کا احتمال ہو۔مثلا' حرام کر دی گئیں تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں۔' اور متشابہ آیت وہ ہے جس میں چند وجوہ کا احتمال ہو اور مقصود و مراد ان میں سے بعض وجوہ ہوں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا' جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکےجب کہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کئے۔' اس آیت سے بعض کج فہموں نے خمر و شراب کی اتنی مقدار مباح کر دی جو زمین میں فساد اور شر و فتنہ کے درجہ کو نہ پہنچے اور صحیح مطلب یہ ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے حق میں ہے جو خمر و شراب کی حرمت سے پہلے شراب پیا کرتے تھے۔"

شاہ صاحب نے "اَقُولُ" سے بات کا آغاز کیا اور محکم و متشابہ کی مع مثال وضاحت فرمائی اور ساتھ ہی ان لوگوں کی غلطی پر متنبہ کیا جنہوں نے آیت سے غلط مفہوم نکالا۔

ایک اور مثال میں اس موضوع کو اس طرح واضح کیا گیا ہے :

(وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ)

"اور جس نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دیا تو ایک مومن غلام آزاد کرے۔"

شاہ صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اقول انما وجب فی الکفارۃ تحر یر رقبۃ مومنۃ او اطعام ستین مسکینا لیکون طاعۃ مکفرۃ لہ فیما بینہ وبین اللہ فان الدیۃ مزجرۃ تورث فیہ الندم بحسب تضییق الناس علیہ والکفارۃ فیما بینہ وبین اللہ تعالی

"میں کہتا ہوں اس قتل کے کفارہ میں مومن غلام آزاد کرنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اس لیے واجب کیا گیا تاکہ اس کے اور اللہ کے درمیان یہ طاعت اس کے لیے گناہ مٹانے والی عبادت بن جائے، بے شک دیت زجر کا ذریعہ ہے وہ اس پر ندامت پیدا کرتی ہے لوگوں کی تنگی کے اعتبار سے اور کفارہ اس کے اور اللہ کے درمیان ندامت پیدا کرتا ہے۔"

شاہ صاحب کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ شریعت نے قتل خطا میں مومن غلام کا آزاد کرنا یا دو ماہ کے روزے رکھنا بطور کفارہ اس لیے مقرر کیا تاکہ اس نیکی سے اس کا گناہ مٹ جائے، کفارہ بندے اور اللہ کے درمیان ندامت کا معاملہ ہوتا ہے۔ اور دیت اس لیے واجب کی کہ اس کا ادا کرنا عاقلہ کے ذمہ ہوتا ہے اور وہ اس کے ساتھ خوب ڈانٹ ڈپٹ کا معاملہ کریں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم سب مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ اس سے اسے شدید ندامت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ واضح رہے کہ شاہ صاحب نے قتل خطا کے کفارہ میں جو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان سے تسامح ہوا ہے اس لیے کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۲ میں صرف اتنا ہے کہ مومن غلام آزاد کرے یا ساٹھ روزے رکھے۔

حدیث کی تشریح کی مثال

حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي رِيحَهَا

"جس شخص نے وہ علم کہ جس سے اللہ تبارک تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے اس لیے سیکھا کہ اس کے ذریعہ اسے دنیا کا کچھ مال و متاع مل جائے تو ایسا شخص جنت کی خوشبو کو بھی نہیں پا سکے گا قیامت کے دن، یعنی جنت کی ہوا۔"

شاہ صاحب اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول یحرم طلب العلم الدینی لاجل الدنیا ویحر م تعلیم من یری فیہ الغرض الفاسد لوجوہ :منہا ان مثلہ لا یخلوغالبا من تحریف الدین الدنیا بتاویل ضعیف فوجب سد الذریعۃ ومنہا ترک حرمۃ القرآن والسنن وعدم الاکتراث بہا

”میں کہتا ہوں دنیا کے لیے دینی علم حاصل کرنا حرام ہے۔ اور اس شخص کو سکھانا بھی حرام ہے جو فاسد غرض رکھتا ہے۔ اور ان میں سے یہ کہ اس طرح کا آدمی عام طور پر دنیا کمانے کے لیے کمزور تاویلات کے ذریعے دین کی تحریف سے باز نہیں آتا، پس اس راستہ کا بند کرنا ضروری ہوا۔ اور ان حرمت کے اسباب میں سے دوسرا یہ کہ ایسے شخص کو تعلیم دینا قرآن و سنت کا احترام نہ رکھنا ہے اور ان کی پرواہ نہ کرنا ہے۔“

معلوم ہوا حصول دنیا کے لیے دینی علم حاصل کرنا حرام ہے اس لیے کہ ایسا شخص اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے باطل تاویلوں کا سہارا لے گا۔ اور ایسے شخص کو تعلیم دینا قرآن و سنت کے احترام میں کمی کا باعث ہے۔

دوسری مثال

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ اُلْجِمَ يَوْمَ القِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ

”جس شخص سے ایسا سوال کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔“

شاہ صاحب اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول يحرم كتم العلم عند الحاجة اليه لانه اصل التهاون وسبب نسيان الشرائع واجزية المعاد تبنى على المناسبات فلما كان الاثم كف لسانه عن النطق جوزى بشبح الكف وهو اللجام من نار

”میں کہتا ہوں ضرورت کے وقت علم چھپانا حرام ہے۔ اس لیے کہ وہ لاپروائی اور سستی کی جڑ ہے اور احکام شرعیہ کو بھولنے کا سبب ہے اور اخروی جزائیں مناسبتوں پر مبنی ہیں۔ پس جب بولنے سے زبان کو روکنا گناہ تھا تو وہ سزا دیا گیا روکنے کی شکل و صورت کے ذریعے اور وہ آگ کی لگام ہے۔“

شاہ صاحب کی اس تشریح سے تین اہم باتیں معلوم ہوئیں۔

(الف) علم چھپانا دین کی اشاعت سے لاپروائی برتنا ہے۔ اس لیے کہ ایسی صورت حال میں لوگ علم حاصل کرنا چھوڑ دیں گے۔

(ب) باتیں دہرانے سے یاد رہتی ہیں جب علم کو چھپایا جائے گا، خرچ نہیں کیا جائے گا تو وہ رفتہ رفتہ بھول جائے گا۔ احکام شرعیہ کو بھلانا نقصان عظیم کا باعث ہے۔

(ج) اخروی جزاوں کے بارے میں ضابطہ بیان کیا ہے کہ وہ عمل کی جنس سے ہوتی ہیں یعنی عمل اور اس کی جزا میں مناسبت ہوتی ہے۔ چونکہ اس نے علم بیان کرنے کی بجائے زبان کو روکا اور منہ بند کیا ہے۔ جو کہ شریعت کی نظر میں گناہ ہے اس لیے آخرت میں اسی کی شکل و صورت میں بدلہ دیا جائے گا اور وہ یہی ہے کہ اس کے منہ پر آگ کی لگام چڑھائی جائے جس سے اس کا منہ بند ہو گا۔

قرآنی آیات میں مطابقت کی مثال

قرآن کریم میں عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

(يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ)

”اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکایا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر ستائی نہ جائیں گی۔“

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

(وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ)

"جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔"

اور سورۃ النور میں ارشاد ربانی ہے:

(قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ)

"ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں۔"

اس آیت میں مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نگاہیں نیچی رکھیں، اگر عورتوں کے لیے پردہ اور حجاب کا حکم ہے تو پھر نگاہیں نیچی رکھنے کا کیا مطلب؟

چنانچہ آیات کے درمیان موافقت پیدا کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اقول:۔۔۔۔واذاامر الشارع احد بشئی اقتضی ذلک ان یومر الاخر ان یفعل معه حسب ذالک ،فلما امرت النساء بالتستر وجب ان یرغب الرجال فی غض البصر، وایضا فتہذیب نفوس الرجال لا یتحقق الا بغض الابصار ومواخدة انفسہم

"اور جب شارع کسی کو کسی بات کا حکم دیتا ہے تو وہ حکم تقاضا کرتا ہے کہ دوسرے کو بھی حکم دیا جائے کہ وہ اس کے ساتھ اس حکم کے موافق معاملہ کرے پس جب عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ضروری ہوا کہ مردوں کو ترغیب دی جائے نظریں نیچی رکھنے کی اور نیز مردوں کے نفوس کا سنورنا متحقق نہیں ہوتا مگر نظریں جھکانے سے اور اپنے نفوس کو پکڑنے سے اس چیز کے ساتھ۔"

شاہ صاحبؒ نے شریعت اسلامیہ کا ایک بہت اہم اصول بیان کیا ہے۔ جب کسی معاملہ کا تعلق دو افراد سے ہو اور شریعت اسلامیہ جب ایک شخص کو کسی بات کا حکم دیتی ہے تو اس حکم کا مقتضی یہ ہوتا ہے کہ دوسرے فرد کو بھی ویسا حکم دیا جائے تاکہ وہ پہلے فرد کو دیے گئے حکم کے موافق عمل کرے۔ جب عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مردوں سے پردہ کریں تو ساتھ ہی مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ نیز مردوں کے اپنے نفس کی تہذیب کا بھی اسی پر انحصار ہے کہ وہ عورتوں کو بلاوجہ نہ دیکھیں اور غض بصر کی پابندی کریں۔ اور اپنے نفوس سے مواخذہ وبازپرس کریں۔

اور اس قسم کی اور مثالیں بھی شریعت اسلامیہ میں موجود ہیں۔ جیسا کہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا نکاح خود نہ کریں اولیاء کی وساطت سے تمام امور سرانجام ہونے چاہییں تو ساتھ ہی اولیاء کو بھی حکم دیدیا کہ عورتوں کی پسند وناپسند اور رضامندی معلوم کیے بغیر ان کا نکاح نہ کریں۔ جیسا کہ آگے بحث آرہی ہے۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے حقوق بیان کیے تو ساتھ ہی عورتوں کے حقوق بیان کیے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَاءِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَاءِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَاءِكُمْ فَلَا يُوطِءْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَہُونَ وَلَا يَاْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَہُونَ اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَ طَعَامِهِنَّ

"جان لو کہ تمہارا تمہاری بیویوں پر اور ان کا تم پر حق ہے تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ان لوگوں کو نہ بٹھائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو بلکہ ایسے لوگوں کو گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں بہترین کھانا اور بہترین لباس دو۔"

فقہی مسالک کے درمیان تقریب کی مثال

فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ بڑی شد و مد سے زیر بحث رہا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عاقلہ و بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ عاقلہ و بالغہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کفو میں کر سکتی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس قسم کا نکاح جو ولی کی اجازت کے بغیر کیا جائے وہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہو گا۔ اور دیگر جمہور فقہاء کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو گا تاہم اگر کسی عورت نے ایسا کر لیا تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا۔ اگر اس نے اجازت دیدی تو نکاح صحیح ہو گا ورنہ جائز نہ ہو گا۔

حنفیہ کے موقف سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عاقلہ و بالغہ عورت اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء کے مؤقف سے معلوم ہوا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو گا۔ احناف اور جمہور کے موقف میں بہت فاصلہ ہے۔ فقہاء کرام کی مذکورہ بالا بحث کے بعد اب شاہ صاحب کی کلام کو مد نظر رکھا جائے تو احناف اور جمہور فقہاء کی رائے میں فاصلہ کم ہوتا نظر آئے گا۔ جیسا کہ یہ بات پیچھے گزر گئی ہے کہ شاہ صاحب جب کوئی اہم بات یا فائدہ بیان کرتے ہیں تو "اِعْلَم" سے بات شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ اس معرکۃ الاراء مسئلہ میں "لا نکاح الا بولی" کے تحت لکھتے ہیں:

اعلم انه لايجوز ان يحكم فى النكاح النساء خاصة لنقصان عقلهن وسوء فكرهن فكثيرا مالا يهتدين المصلحة ولعدم حماية الحسب منهن غالبا، فربما رغبن فى غير الكف ء وفى ذلک عار على قومها ،فوجب ان يجعل للاولياء شيئ من هذا الباب لتسدالمفسدة

"جان لیجئے نکاح میں صرف فیصلہ کرنے کا اختیار عورتوں کو دیدیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان کی عقل ناقص اور سوچ ادھوری ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ ان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان کے لیے کونسا قدم اٹھانا بہتر ہے۔ اور عام طور پر ان خاندانی خصوصیات کا لحاظ بھی نہیں کرتیں جو خاندانوں میں اہم ہوتی ہیں چنانچہ وہ کبھی غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں جو ان کے خاندان کے لیے شرمندگی بنتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہ تمام معاملات اولیاء کے ہاتھوں سرانجام ہوں تاکہ ہر قسم کی خرابی اور فساد سے بچا جا سکے۔"

آگے شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"اور عام طور پر فطرت کی طرف سے لوگوں میں رائج طریقہ یہی ہے کہ مرد عورتوں کے ذمہ دار ہوں، اور ان کے ہاتھ میں ہی معاملات کو کھولنا اور لپیٹنا ہو، ان کے ذمہ مصارف ہوں، اور عورتوں کے نکاح میں اولیاء کا ہونا مردوں کی شان بڑھاتا ہے اور عورتوں کا خود نکاح کرنا بے شرمی کی بات ہے جس کا سبب حیاء کی کمی ہے اور اس میں اولیاء کی حق تلفی ہوتی ہے جو ان کی بے قدری کا باعث ہے۔ اور اہم بات یہ ہے کہ نکاح کی تشہیر بھی ضروری ہے تاکہ نکاح اور بدکاری میں فرق ہو جائے اور شہرت کا بہترین طریقہ ہے کہ اولیاء کو نکاح میں شامل کیا جائے۔"

آخر میں شاہ صاحب نے ایک اور اہم بات کی طرف اپنے مخصوص انداز "اَقُولُ" کے ساتھ مخاطب کیا ہے:

اقول لايجوز ايضا ان يحكم الاولياء فقط لانهم لايعرفون ما تعرف المراة من نفسها ولان حار العقد وقاره راجعان اليها والاستئمار طلب ان تكون هى الآمرة صريحا، والاستئذان طلب ان تاذن ولاتمنع وادناه السكوت

"میں کہتا ہوں یہ بھی جائز نہیں کہ صرف اولیاء کو ہی حاکم بنا کر عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار دیدیا جائے، اس لیے کہ وہ نہیں جانتے اس بات کو جسے عورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے۔ اور اس لیے کے عقد کا نقصان اور نفع عورت کی طرف لوٹنے والا ہے۔ اور استمار اس بات

کی طلب ہے کہ وہ ہی صراحتاً حکم دینے والی ہو۔ اور استیذان اس بات کی طلب ہے کہ وہ اجازت دے اور وہ انکار نہ کرے اور اجازت کا ادنی درجہ خاموشی ہے۔"

شاہ صاحب کے اس محققانہ کلام سے احناف اور جمہور دونوں کی رائے قابل عمل ہو گئیں کہ نہ تو بالکلیہ صرف عورت کے ہاتھ میں شادی و بیاہ کا اختیار ہو اور نہ ہی اولیاء کو مکمل طور پر اختیار ہو بلکہ آپس کی مشاورت سے، عورت کی اجازت ورضامندی سے شادی و بیاہ کا یہ مسئلہ حل ہونا چاہیے تا کہ بعد میں کسی قسم کی تلخیاں اور لڑائی جھگڑے سکون زندگی برباد نہ کر سکیں۔

مذکورہ مثالوں سے واضح ہوا کہ "اقول" سے شاہ صاحب عمدہ فوائد و نکات بیان کرتے ہیں۔

۳ ۔ بسا اوقات "والأصل" کہہ کر اپنے دعوی کا اثبات کرتے ہیں۔ اور اسے ۵۰ سے زائد مقامات پر لائے ہیں۔ جو بنیادی دلیل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کہیں تو "والاصل" کہہ کر آیت کریمہ لاتے ہیں اور کبھی حدیث رسول ﷺ نقل کرتے ہیں اور کہیں عقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔

آیت کی مثال

شاہ صاحب نے باب قائم کیا:

باب اسباب نزول الشرائع الخاصة بعصر دون عصر وقوم دون قوم

"وہ اسباب جن کی وجہ سے مخصوص زمانوں میں مختلف قوموں کے لیے خاص شریعتیں نازل ہوئیں۔"

اس کے بعد شریعتوں کے مختلف ہونے کے وجوہ اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاصل فيه قوله تعالى (كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلا لِبَنِي إِسْرَاءِيلَ إِلا مَا حَرَّمَ إِسْرَاءِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوہَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ)

اور بنیاد اس میں اللہ تعالی کا قول، بنی اسرائیل کے لیے سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں مگر وہ چیز جو اسرائیل نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کی تھی کہہ دو تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔"

اس کے بعد شاہ صاحب نے باب سے متعلقہ بحث کی ہے اور اس پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔

اور اسی طرح شاہ صاحب نے باب قائم کیا:

باب اسباب النسخ

"نسخ کے اسباب کا بیان۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں:

والاصل فيه قوله تعالى (مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا)

"اور بنیادی دلیل اس میں اللہ تعالی کا قول ہم جو کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے برابر لاتے ہیں۔"

حدیث کی مثال

لوگوں کی جبلت اور فطرت کے بارے میں کلام کرتے ہوئے شاہ صاحب نے ایک باب قائم کیا:

باب اختلاف الناس فی جبلتهم المستوجب لاختلاف اخلاقہم واعمالہم ومراتب کمالہم

"جبلت میں لوگوں کے مختلف ہونے کا بیان جو ان کے اخلاق واعمال اور کمال کے مرتبوں کے مختلف ہونے کا سبب ہے۔"

مذکورہ باب کے قائم کرنے سے شاہ صاحبؒ کا مقصد لوگوں کے اخلاق و اعمال اور کمال میں مختلف ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے۔ کہ اس کا سبب لوگوں کی جبلت اور فطرت کا مختلف ہونا ہے جس کی وجہ سے ان کے کمالات و اخلاقیات اور عملیات میں یکسانیت نہیں ہے۔

اس بات کو مزید مدلل کرنے کے لیے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

والاصل فيه ماروى عن النبى ﷺ انه قال اذا سمعتم بجبل زال عن مكانه فصدقوه ،و اذا سمعتم برجل تغير عن خلقه فلا تصدقوا به فانه يصير الى ما جبل عليه

"اور بنیادی دلیل اس میں وہ روایت ہے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کو مان لو اور جب تم کسی آدمی کے بارے میں سنو کہ اس کی فطرت بدل گئی ہے تو اس کو مت مانو پس بے شک وہ لوٹنے والا ہے اس فطرت کی طرف جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔"

اسی طرح متعدد مقامات پر شاہ صاحب احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مگر احادیث کے نقل کرنے کے بعد ان کی صحت و سقم پر بالکل کلام نہیں کرتے، بلکہ بسا اوقات احادیث ضعیفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً شاہ صاحب نے ایک حدیث نقل کی:

لَا نِكَاح إِلَّا بولِي

"ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔"

جبکہ محققین نے اس حدیث کی صحت پر کلام کیا ہے۔ امام علاء الدین کاسانی (م-۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

لا نكاح إلا بولى مع ما حكى عن بعض النقلة ان ثلاثة احاديث لم تصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعد من جملتها هذا ولهذا لم يخرج فى الصحيحين

"لا نکاح إلا بولی کے بارے میں بعض اہل علم نے نقل کیا ہے کہ تین احادیث نبی کریم ﷺ سے صحیح روایت نہیں کی گئیں اور ان میں ایک یہی حدیث ہے اسی لیے صحیحین میں اس کی تخریج نہیں ہے۔"

شیخ جمال الدین رومی البابرتی (م-۷۸۶ھ) لکھتے ہیں:

روى عن يحيى بن معين رحمه الله انه قال: الاحاديث الثلاثة ليست بثابتة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم احدها قوله عليه الصلاة والسلام: لا نكاح إلا بولى وشاهدى عدل

"یحییٰ بن معین سے روایت کی گیا کہ تین احادیث حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں ان میں سے ایک لا نکاح إلا بولی و شاہدی عدل ہے۔"

امام بدر الدین عینی (م-۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

وقال يحيى بن معين واسحاق بن راهويه تنسب إليه ثلاثة احاديث لم تثبت عن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احدها لا نكاح إلا بولى

"یحییٰ بن معین اور اسحاق بن راہویہ نے کہا تین احادیث کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کی جاتی ہے مگر وہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں ان میں سے ایک ہے۔ لا نکاح إلا بولی"

علامہ ابن نجیم (م-۹۷۰ھ) نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور یہی رائے علامہ شامی (م ۱۲۵۲ھ) کی ہے

اسی طرح شرک کی صورتیں بیان کرتے ہوئے ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

فی الحدیث اَن حَوَّاء سمت وَلَدہَا عبد الْحَرْث وَکَانَ ذَلِک من وَحی الشَّیْطَان وقد ثبت فی احادیث لاتحصی ان النبی ﷺ غیر اسماء اصحابه عبدالعزیز وعبدشمس ونحو هما الی عبدالله وعبدالرحمن وما اشبههما فهذه اشباح وقوالب للشرک نهی الشارع عنها لکونها قوالب له والله اعلم

"اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حواء نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا اور یہ نام رکھنا شیطان کے اشارے سے تھا اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے ناموں کو بدل دیا اور عبد العزیٰ، اور عبد الشمس اور ان کے مانند ناموں کی جگہ عبد اللہ ،عبد الرحمن اور ان سے ملتے جلتے نام رکھے۔ غرض یہ شرک کی صورتیں اور سانچے ہیں شریعت نے ان سے اس لیے منع کیا کہ شرک ان سانچوں میں ڈھل کر تیار ہوتا ہے۔ باقی اللہ بہتر جانتے ہیں۔"

شاہ صاحب نے حضرت حواء کے واقعہ والی جو حدیث نقل کی ہے اس کو محققین نے ضعیف اور اسرائیلات میں شمار کیا ہے۔

امام ابن کثیر)م-۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

والغرض ان ہذا الحدیث معلول من ثلاثة اوجه احدہا ان عمر بن إبراہیم ہذا ہو البصری وقد وثقه ابن معین، ولکن قال ابو حاتم الرازی لا یحتج به،... الثانی انه قد روی من قول سمرة نفسه لیس مرفوعا، کما قال ابن جریر:حدثنا ابن عبد الاعلی، حدثنا المعتمر عن ابیه، حدثنا بکر بن عبد الله بن سلیمان التیمی عن ابی العلاء بن الشخیر عن سمرة بن جندب قال: سمی آدم ابنه عبد الحارث. الثالث ان الحسن نفسه فسر الآیة بغیر ہذا، فلو کان ہذا عنده عن سمرة مرفوعا لما عدل عنه قال ابن جریر حدثنا ابن وکیع حدثنا سہل بن یوسف عن عمرو عن الحسن جعلا له شرکاء فیما آتاہما قال کان ہذا فی بعض اہل الملل ولم یکن بآدم

"اور خلاصہ یہ کہ یہ حدیث کئی وجہوں سے معلول (کمزور) ہے۔ پہلی وجہ اس حدیث کے راوی عمر بن ابراہیم کو اگرچہ ابن معین نے ثقہ کہاہے مگر ابو حاتم رازی نے کہا اس کی روایت قابل حجت نہیں، دوسری وجہ یہی روایت حضرت سمرۃ سے موقوفا روایت کی گئی ہے۔ جیسا کہ ابن جریر نے کہا کہ سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ حضرت آدم نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا۔ اور تیسری وجہ اس حدیث کے راوی حضرت حسن بصری نے اس کے علاوہ تفسیر کی ہے۔ اگر یہ حضرت سمرہ نے مرفوعا بیان کی ہوتی تو یہ اس سے اعراض نہ کرتے۔ ابن جریر نے کہا کہ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہ حضرت آدم کا واقعہ نہیں بلکہ دیگر مذاہب والوں کا واقعہ ہے۔"

امام ابن کثیرؒ کے کلام کا حاصل نکات کی صورت میں درج ذیل ہے۔

١ ۔ اس حدیث کے راوی عمر بن ابراہیم کی روایت کو امام ابو حاتم رازیؒ نے ناقابل حجت قرار دیا ہے۔

٢ ۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے یہ روایت موقوفا نقل کی گئی ہے۔

٣ ۔ اس حدیث کے راوی حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں یہ حضرت آدمؑ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ دیگر مذاہب والوں کا واقعہ ہے۔

ان وجوہ کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

کتاب کی تقسیم:

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں سات مباحث کئی ابواب پر مشتمل ہیں، جبکہ دوسری جلد کو مباحث سے خالی رکھا گیا لیکن ہر اہم موضوع کو ایک عنوان دے دیا گیا۔

جلد اول

پہلی بحث :

اس میں یہ بتایا ہے کہ انسان کو کیوں مکلف بنایا گیا ہے اور اس پر جزا و سزا مرتب ہونے کی کیا وجوہات ہیں؟ اس بحث میں تیرہ ابواب ہیں، پہلا مسئلہ ابداع و خلق و تدبیر کا ہے، چوں کہ تخلیق کائنات سب سے پہلا مسئلہ ہے، لہذا ایک جامع کتاب میں سب سے پہلے ہی مسئلہ زیر بحث آنا چاہیے۔

دوسری بحث :

اس بحث میں شاہ صاحب نے موت کے بعد مجازات کی کیفیت بیان کی ہے، اس میں چار ابواب ہیں، جس میں موت کی حقیقت، مرنے کے بعد کی زندگی کے احکام اور حشر کے کچھ واقعات کو بیان کیا ہے۔

تیسری بحث :ااا ابواب پر مشتمل ہے۔ مسئلہ ارتفاقات کو بیان کیا گیا ہے۔

اس میں زندگی کے اہم ترین مسئلہ یعنی ارتفاقات کو بیان کیا ہے کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں کن اصولوں پر گام زن ہو کر ہم دنیا میں عروج حاصل کر سکتے ہیں، اپنی زندگی کو خوش گوار بنا سکتے ہیں اور اپنی اجتماعی و انفرادی زندگی کو کامرانی سے دوچار کر سکتے ہیں، اسی طرح سربراہ مملکت کے ضروری اوصاف، نظام حکومت، سرکاری عملہ کے نظم و انتظام اور خلافت کبری کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چوتھی بحث :

7 ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں سعادت پر بحث کی ہے کہ سعادت کیا ہے؟ لوگوں میں سعادت کے اعتبار سے اختلاف اور حصول سعادت کے طریقوں پر مفصل بحث کی ہے۔ اور حیات (پان) اخبات (اللہ کے حضور میں نیاز مندی) سماحت (فیاضی) اور عدالت (انصافی) جیسی صفات اور اس کی تحصیل و تکمیل کے متعلق کلام کیا ہے۔

پانچویں بحث :

اس میں نیکی اور بدی پر بحث کی ہے اور اس کو سترہ ابواب پر تقسیم کیا ہے اور زیادہ تر توحید، شرک اور ایمان پر کلام کیا ہے، اسی طرح شعائر اللہ کی تعظیم، وضو، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کے اسرار اور حکمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی بحث :

چھٹی بحث: اس میں سیاسیات ملیہ پر کلام کیا ہے اور اس کو اکیس (21) ابواب پر منقسم کیا ہے، جس میں ملت کے مختلف امور، بادیان قوم، ادیان سابقہ، اسلام اور دور جاہلیت پر قیمتی بحث ہے۔

ساتویں بحث :

14 ابواب ہیں۔ جلد اول کی یہ آخری بحث ہے، جس میں علوم نبوت کتب حدیث، صحابہ و تابعین اور فقہاء کے اختلافات پر پر مغز کلام کیا ہے، اخیر میں طہارت و نماز کے مسائل با لتفصیل بیان کر کے جلد اول کو ختم کیا ہے۔

جلد دوم

جلد دوم: شاہ صاحب نے دوسری جلد میں زیادہ عبادات، باہمی معاملات اور سیاسیات پر بحث کی ہے، سب سے پہلے نماز، روزہ اور حج کے ابواب کو ذکر کیا ہے، اس جلد کو شاہ صاحب نے مباحث میں تقسیم نہیں کیا ہے، بلکہ ہر بحث پر ایک عنوان لگا دیا ہے، مات کے بعد کار دیار کرنے اور روزی کمانے کے آداب و احکام بیان کیے ہیں، اس کے بعد تدبیر منزل کے مباحث کو پیش کیا ہے، اسی طرح نکاح، طلاق، حقوق

زوجیت اور تربیت اولاد وغیرہ جیسے ضروری امور پر مفصل بحث کی ہے اور اس کے بعد ملکی اور قومی امور پر کلام کیا ہے، خلافت، حدود، قضا، جہاد اور دوسرے قومی اہمیت کے حامل افکار پر ایسے انداز سے قلم اٹھایا ہے کہ دور جدید وقدیم کے علم وفضل کے بڑے بڑے دعمویداز ساکت وصامت ہو کر ان مباحث کے بعد شاہ صاحندگی کے آداب، لباس، تہذیب اور دوسرے نامہ اصول ہائے زندگی پر بیٹے کر کے آئندہ کے فتنوں اور آخر میں مناقب صحابہ پر کتاب کو مکمل کیا ہے۔

1۔ ابواب ایمان:

ایمان کی اقسام :

صاحب کتاب نے اس باب میں ایمان کو بیان کیا ہے۔ جس میں ایمان کی اقسام، ایمان کی اقسام کے مقابل الفاظ، ایمان کے معانی، حدیث کی روسے بتایا گیا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے، اسی طرح حدیث کی روسے ارکان اسلام کو متعارف کرایا گیا، گناہ کی اقسام کبائر وصغائر کہہ کر متعارف کرائی گئیں وسوسہ اور نفوس قدسیہ کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

کتاب وسنت سے دلیل پکڑنے کے بارے میں وارد احادیث کو بیان کیا گیا جن میں استحسان اسباب تہاون، راستوں کا بیان، اور علم کی اقسام میں آیت محکمہ، سنت قائمہ اور فریضہ عادلہ کو بیان کیا گیا ہے۔

2۔ ابواب طہارت

طہارت کی 3 اقسام کا بیان ہے،

1 : حدث سے طہارت،

2 : بدن یا کپڑے یا جگہ کے ساتھ جو نجاست سے متعلق ہو اس سے طہارت

3 : تیسرے بدن سے جو چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں ان سے طہارت، جیسے موئے زیر ناف یا ناخن یا میل کچیل طہارت عن الاحداث کا مدار اصول پر ہے ۔ جن لوگوں کے دلوں میں انوار ملکیہ کا ظہور ہو گیا ہے وناپاکی اور طہارت کی روح کو خوب متمیز کر سکتے ہیں ان کے نفوس کو خود بخود اس حالت سے جس کا نام حدث ہے نفرت اور اس حالت سے جس کا نام طہارت ہے ۔ عرب کا قدیمی دستور تھا کہ جنابت سے وہ غسل کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دونوں قسم کے حدث کے مقابلے میں دو قسم ک طہارت کو مقرر فرمایا ہے طہارت کبری یعنی غسل کو تو حدث اکبر یعنی جنابت کے لیے اس واسطے کو جنابت قلیل الوقوع اور کثیر الثلوث ہے تاکہ نفس کو ایسی ناپاکی میں واقع ہونے سے ایک عمل شاق یعنی غسل سے جس کا آدمی کو بہت کم اتفاق ہوتا ہے تنبیہہ ہو جائے اور طہارت صغری یعنی وضو کو حدث اصغر کے لیے مقرر فرمایا اس واسطے کو اکثر الوقوع اور قلیل الثلوث ہے۔ اس میں نفس کو فی الجملہ تنبیہہ ہو جانی کافی ہے۔

اس میں مزید وضو کی فضیلت وترکیب موجبات وضو اور موزوں پر مسح کیسے کیا جاتا ہے، غسل کی فضیلت، موجبات غسل، تیمم، قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے

3۔ ابواب نماز:

اس باب میں نماز کا حکم، فضیلت، اوقات، نمازی کے کپڑے نیز معذوروں کی نماز کو واضح کیا گیا ہے۔ اسیطرح مساجد کے ضمن میں قبلہ کا بیان واضح کیا گیا ہے۔ سجدہ سہو، سجدہ تلاوت وسجدہ شکر پر بھی حدیث مبارکہ کی مدد سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ جماعت، جمعہ عید الاضحیٰ وعید الفطر کے طرائق بھی بیان ہوئے ہیں۔

4۔ابواب زکوٰۃ:

حدیث کی روشنی میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو وعید سنائی گئی ہے، سخاوت کی فضیلت اور بخل کا بیان دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی مقدار کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کے مصارف قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کر دیے گئے ہیں۔ زکوٰہ کو صدقہ تصور کرتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

5۔ابواب روزہ:

روزہ کی فضیلت، روزے دار کے لیے اجر اور روزہ جان بوجھ کر ترک کرنے والوں کے لیے وعید سنائی گئی ہے، نیز روزے کے احکام میں سحری کھانے والوں کے اجر کا بیان ہے،

6۔ابواب حج:

نبی کریم ﷺ کا حج، مناسک حج، حج کے ارکان، خطبہ حجۃ الوداع اور حجر اسود کو قرآن، سنہ و احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

7۔ابواب احسان:

اس باب میں صاحب کتاب نے احسان، عدالت، سماحت، اصلاح اور دعا بیان کیا ہے نیز اعمال کو اخلاق کی علامات قرار دیا ہے، اذکار کے ضمن میں دعا، عالم مثال، دلی رغبت، اور دعا کو احسن طریقے سے مانگنے کے بارے میں بیان دیا گیا ہے۔ احسان کے مباحث میں اخلاق کے اسباب کو واضح کیا گیا ہے، زبان کو آفت قرار دیتے ہوئے بتایا گیا کہ یہ لسامی، سماحت اور عدالت میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ جو کہ کر الٰہی سے غافل ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

8۔ابواب معاملات:

طلب رزق کا حصول، بیع کی اقسام جو کہ شرحیت کے لحاظ سے ممنوع کی گئی، حرام ہونے کے اندر پوشیدہ حکمتیں، تجارت کے مال کو روکنے والا حدیث کی رُو سے گنہگار تصور کیا جاتا ہے، اسی طرح بیع کی شرائط، نیز بیع کی احکام و فرائض قرآن و حدیث کے رُو سے واضح کیے گئے ہیں۔

9۔ابواب تدبیر منزل:

نکاح و نکاح کی شرائط، ستر کیا بیان، ایسی چیزیں جن سے نکاح حرام ہو جاتا ہے، نیز آداب معاشرت، زوجیت کے حقوق، طلاق کا بیانم خلع، ظہار، لعان، عدت، اولاد، غلام و لونڈی کی پرورش یہاں تک کہ عقیقہ کو بھی حدیث کی رُوشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

10۔ابواب سیاست مدن:

اندرون و بیرون ملک سیاست، خلافت مظالم، حدود، قضاء، جہاد وغیرہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں نیز نبی کریم ﷺ کی زندگی کے واقعات کی رُو سے مفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

11۔ابواب معیشت

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ " چوہا گھر کو جلا دیتا ہے اور از انجملہ عجمیوں کے ساتھ ان عادات میں مخالفت کرنا جن کے وہ لوگ عادی ہیں، مثلاً ہر چیز میں نہایت درجہ کا تکلف کرنا اور نہایت بے فکری سے دنیا کے اندر انہاک ہونا کیونکہ یہ امور یاد الٰہی سے غافل کر دیتے ہیں اور کثرت سے دنیا کے طلب کرنے اور قلوب کے اندر دنیا کے لذائذ متمثل ہونے کا سبب ہیں۔

12- متفرقات

کھانے پینے میں حلال و حرام، نشہ آور اشیاء (مسکرات)، لباس، زینت اور ظروف، خواب کیا ہے، خواب کی 5 اقسام، صحبت کے آداب و طرائق، نذروں اور قسموں کے احکام، نبی کریم ﷺ کی سیرت، فتن (فتنوں کے بارے میں بیان) اور المناقب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ

شاہ ولی اللہ نے مسلم کمیونٹی کی جدوجہد کو خاص طور پر اعتماد کے بحران کے بارے میں سمجھا جو اس وقت ہندومت کے توہم پرست عقائد اور طریقوں کے عنصر کی وجہ سے ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو مذہبی مسائل میں پیدا ہونے والی الجھنوں کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لیے اللہ کے راستے اور سنت رسول کی طرف لوٹنے کے لیے رہنمائی کے طور پر بنانے کی کوشش کی۔ حجۃ اللہ البالغہ کی کتاب میں دلائل پیش کیے گئے جن پر پرکشش الفاظ ہیں اور بنیادی بحث دین کے دائرے میں منڈلا رہی تھی۔ اس کتاب کی پروسیسنگ مکمل اجزاء پر مشتمل ہے جو مسلم عقیدے کی اقدار کی تکمیل کا حوالہ بنتی ہے۔ ہر باب کے اندر مختلف عنوانات کو لوڈ کر کے تحریری نمونہ بہت منظم سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اس کتاب کے مشمولات کے تجزیے میں خود الدہلوی کے علمی موقف کو موجودہ حقائق پر ظاہر کیا گیا ہے جو قرآن و سنت کے دلائل سے نافذ ہیں۔ مزید بر آں، وہ تمام حقائق جو سیکڑوں سال پہلے الدہلوی کی طرف سے متاثر ہوئے تھے آج بھی متعلقہ ہیں اور علمی بازار میں آج تک اپنائے جاسکتے ہیں۔ جو انداز دکھایا گیا وہ واقعی دلچسپ، خوبصورت اور سمجھنے میں آسان تھا۔ اس نے مضمر اور صریح معنی بیان کیے اور پیش کردہ اصطلاح کی علامتوں کے مطابق اپنی پوزیشن واضح کی۔ اس کے علاوہ، اس کتاب کی انفرادیت اس کے عمل کی عکاسی کرتی ہے جس نے باصلاحیت فکر کی تشکیل کے لیے انتہائی فکری انداز اپنایا ہے۔ الدہلوی مختلف طریقوں اور مشاہدات کے ذریعے مذہبی عناصر کی وضاحت کرتے ہیں، جس میں ان کے پیش کردہ موضوعات پر فکر اور بحث کے لحاظ سے دو اہم پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس کتاب میں الدہلوی کے خیالات ایک اسلامی اسکالر کی حیثیت سے ان کے آئیڈیلزم کی عکاسی کرتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کو ایک بنیادی جزو کے طور پر اور سنت کو قرآن کے مفسر کے طور پر متاثر کن خیالات کا اظہار کیا۔ جبکہ عکاسی مروجہ حقائق کے مطابق اہمیت یا ترجیح کے نقطہ نظر سے مفید نقطہ نظر پیدا کر سکتی ہے۔ اس زمانے میں اسلامی جماعتوں کے درمیان اختلافات کو دائمی سمجھا جاتا تھا۔ اس اضطراب نے ان کے ذہن میں توہم پرستی کے بیجوں میں گھل ملائے اور خرافات پر یقین کیے بغیر اسلام کے نام پر زندگی کی تہذیب کی تعمیر نو کے لیے بہت سے خیالات کو ابھارا۔

حواشی:

1. انفاس العارفین، ص:154؛ التفہیمات الالٰہیہ، ص:154
2. انفاس العارفین، ص:64
3. مولانا خلیل احمد بن سراج، آیات اللہ الکاملہ، (مکتبہ رحمانیہ)، ص:12 تا 13
4. الانعام:149
5. شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، جلد ا، صفحہ ١٠
6. القرآن، آل عمران:٧
7. القرآن، النساء:٢٣
8. القرآن، المائدہ:٩٣
9. شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، جلد ا، صفحہ ١٧٢
10. القرآن، النساء:٩٢
11. شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، جلد ٢، صفحہ ١٥٣
12. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ، ج:3، ص:323
13. حجۃ اللہ البالغۃ، ج:1، ص:171
14. ایضا، ج:1، ص:171
15. ابوداؤد السنن، ج:2، ص:321
16. ایضا، ج:1، ص:171
17. الاحزاب:59
18. الاحزاب:53
19. النور:30
20. حجۃ اللہ البالغہ، ج:2، ص:126
21. الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، مصر، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، 1395ھ، ج:3، ص:459
22. الزیلعی، فخر الدین، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، قاہرہ، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، 1313، ج:2، ص:117
23. ابن رشد محمد بن احمد، ابوالوید، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، قاہرہ، دار الحدیث، 1425ھ، ج:3، ص:36
24. ابن قدامہ المقدسی، عبداللہ بن احمد المغنی، مکتبۃ القاہرہ، 1388ھ، ج:7، ص:7
25. شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، کراچی، ج:2، ص:127
26. حجۃ اللہ البالغۃ، ج:2، ص:127
27. ایضا، ج:2، ص:127
28. ایضا، ج:1، ص:88

29. ال عمران:93
30. حجۃ اللہ البالغۃ، ج:1، ص:88
31. حجۃ اللہ البالغہ، ج:1، ص:88
32. ایضا، ج:1، ص:88
33. البقری، 106
34. حجۃ اللہ البالغۃ، ج:1، ص:26
35. ایضا، ج:1، ص:127
36. احمد بن حنبل، الامام، المسند، مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ، ج:45، ص:491
37. حجۃ اللہ البالغۃ، ج:2، ص:127
38. ابو داؤد، ج:2، ص:229
39. الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1406ح، ج:2، ص:249
40. البابرتی، جمال الدین، محمد بن محمد، العنایہ شرح الہدایۃ، دار الفکر، ج:10، ص:93
41. العینی، بدر الدین، محمود بن احمد، البنایہ شرح الہدایہ، بیروت دار الکتب العلمیہ، 1420ھ، ج:5، ص:76
42. ابن نجیم، زین الدین ابراہیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکاب الاسلامی، ج:3، ص:117
43. شامی، ابن عابدین، محمد امین، رد المختار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، 1412ھ، ج:2، ص:56
44. حجۃ اللہ البالغۃ، ج:1، ص:63
45. الترمذی، السنن، ج:5، ص:267
46. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1419ھ، ج:2، ص:275